ممتاز مفتی عورت کے جن جنسی مسائل کو افسانوں میں جگہ دیتے ہیں وہ عریانیت و فحاشیت سے پاک ہیں جبکہ منٹو کے افسانہ فحاشیت اور عریانیت سے پاک نہیں ہیں۔ نیز معاصرین کے درمیان ان کے درجہ کا تعین کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں ناول اور ہندوستان میں ناول نگاری کی ابتدا اور ارتقا پر ہندوستانی ناول نگاروں کے شاہکار ناول و فن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ممتاز مفتی کے ناولوں اور فن کی تکنیک اور اجزا مثلاً پلاٹ، کردار اور زمان وغیرہ پر تنقیدی بحث کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں مختلف ممالک میں سفر نامہ کی روایت و فروغ ہندوستان میں سفر نامہ کی تاریخ کا ذکر، اس کی افادیت اور ان کے سفر ناموں کا جائزہ لیتے ہوئے جدید طرز کے سفر نامہ نگار کے بانی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں خاکہ نگاری اور روایتی خاکہ نگاری کا تذکرہ کرتے ہوئے پیاز کے چھلکے اور اوکھے لوگ کا مختصر تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں انشائیہ نگاری کی تعریف پر بحث کی ہے اور ادب کے بہترین انشائیہ نگاروں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں باعتبار مضمون نگار اور طنز مزاح مفتی کی تحریر کی خوبی پر مصنف نے قلم اٹھایا ہے۔ آٹھویں باب میں فنی امتیاز کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آخر میں منابع کا ذکر کیا ہے جن سے کتاب کی تشکیل میں استفادہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے ہر نثری اصناف کی تعریف اور اس کی اجمالی تاریخ بیان کی ہے لیکن ساتواں باب جو مفتی کی مقالہ نگاری سے منسوب ہے اس میں روایتی مقالہ نگاری کا ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً کتاب کی ضخامت اس کا سبب ہے۔ ریحان حسن کی زبان سلیس ہے اور سادہ و فصیح ہے۔ ممتاز مفتی کی خدمات کو منظر عام پر لانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ مصنف نے اس کو بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ امید ہے کہ متبصرہ کتاب اکتسابان علم کے لیے سود مند اور ادبی مساکن میں مشتہر ہوگی۔

باتیں مشاعروں کی

مصنف: ڈاکٹر محبوب راہی

صفحات: 192، قیمت: 200 روپے، سنہ اشاعت: 2013

ناشر: اوراق پبلی کیشنز، نئی دہلی

مبصر: محمد احسن، 504 / 29، وسیم لاج، شباب مارکیٹ، لکھنؤ

مشاعروں کی اہمیت ماضی میں کیا تھی اور حال میں کیا ہے، اس سے زبان و ادب کا ادنی طالب علم بھی واقف ہے۔

'باتیں مشاعروں کی' 18 مضامین اور 3 نظموں پر مشتمل محبوب راہی کی ایسی تصنیف ہے جس میں مشاعروں کے زوال، متشاعروں کے کمال، منتظمین کے جمال اور نظما کے جلال کی داستانیں دہرائی گئی ہیں۔ صاحبِ کتاب بذاتِ خود مشاعروں کے 'شریک کار' رہے ہیں، اس لیے کتاب میں جابجا 'آپ بیتی' اور 'آنکھوں دیکھی' کا بیان دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کا پہلا مضمون 'مشاعروں کے تعلق سے میرے دلچسپ تجربات' اور دوسرا مضمون 'مشاعرے صدارت نظامت' ایک دوسرے کا اجمال بھی ہیں اور تفصیل بھی۔ کچھ یہی صورت 'منور رانا کی تخلیقی شناخت کے چند روشن پہلو' اور 'بین الاقوامی مشاعروں میں مغربی بنگال کا نمائندہ منوّر رانا' میں پیش آئی ہے۔ معمولی ترمیم کے ساتھ پورے پورے پیراگراف ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نقل (copy) کر دیے گئے ہیں۔ عمر ڈھلنے کے ساتھ انسان خود کو دہرانے لگتا ہے، لیکن ایک زود نویس اور کثیر التصانیف قلم کار کے یہاں ایسی بد احتیاطی سخت صدمہ پہنچاتی ہے۔ گمان پڑتا ہے کہ جیسے ہر 'لاشے' کے لیے ایک سے 'اجزائے کفن' پیش تر تیار رکھے گئے ہوں، جس مزاج کا اور جس خدوخال کا 'لاشہ' آیا، وہی 'جز' زیبِ تن کر دیا۔ نیاز فتح پوری اسے 'ادبی

پھوہڑ پن' سے موسوم کرتے تھے۔

نفسِ مضامین کے اعتبار سے کتاب کو اپنے نام سے مناسبت بھی محض جزوی ہی۔
لیے کہ شروع کے دو مضامین میں تو مشاعروں کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے، بقیہ مضا
فرمائشی ہیں یا کسی کتاب کے دیباچے اور مقدمے کے طور پر لکھے گئے ہیں، البتہ تمام تر
تعلق مشاعروں سے ضرور ہے۔ اس فہرست میں عالمگیر شہرت یافتہ شعرا کا بھی تذکرہ
نسبتاً کم معروف شاعروں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ملک زادہ منظور احمد کی شخصیت کا احا
مضامین (شہرِ سخن، شہرِ ادب اور رقصِ شرر) کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ راحت اندوری پر لکھا
مضمون حاصلِ کتاب ہے۔

'مشاعرہ اور تحقیق دونوں میدانوں کا شہسوار۔ ڈاکٹر جلیل الرحمن جلیل برہان پوری'
نہ جانے کیوں مجھے ڈاکٹر جلیل مظلوم سے نظر آئے اور شدت سے یہ محسوس ہوا کہ مضمون
لکھا گیا ہے۔ مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ اختر آصف برہان پوری، اقبال خلش، عظیم و
فراز، سفیان قاضی اور شمیم فرحت وغیرہ کے فن و شخصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نومشقوں
حوصلہ افزائی کے لیے راہی زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔
ایسا ہی معاملہ اردو اور فارسی الفاظ کی تراکیب کے صرَف کے ساتھ بھی ہے۔ ڈاکٹر راہی
غیر مربوط، غیر مناسب اور لاتعلق الفاظ کو اضافی صورت سے ترکیب میں ڈھال لیتے ہیں
مرتبہ تو ایسی ترکیبیں بے انتہا بھونڈی اور بے معنی سی محسوس ہوتی ہیں۔

پروف کی غلطیاں بہت ہیں، صاف محسوس ہوتا ہے کہ پروف ریڈنگ کی زحمت
گئی اور یہ غلطیاں اس وقت تکلیف دہ ہو جاتی ہیں جب واقعاتی تضاد سامنے آتا ہے مث
119 کی یہ عبارت "1 اکتوبر کو دورانِ سفر ممبئی کے ایک اردو اخبار میں مراسلات کے کالم میں
نہایت مختصر مراسلہ اختر آصف برہان پوری کے انتقالِ پرملال کے تعلق سے پڑھ کر دل
سالگا۔" اور پھر چند سطروں کے بعد ہی موصوف تحریر فرماتے ہیں "16 اکتوبر کو اختر آصف
خود غرض اور ابن الوقت دنیا سے منہ موڑ چکے تھے"۔

ذیل کے چند جملے پڑھ کر فیصلہ کریں، کیا اس طرح کی غلطیاں ان کی شان کے
نہیں ہیں۔

- میرا کچھ عرض کرنا سورجوں کو چراغ کے دکھلانے کے مترادف ہوگا۔ (ص: 51
  موصوف تبدیلی صیغہ سے متعلق نہ جانے کس زبان کا قاعدہ لے آئے ہیں۔
- اپنے شب و روز کے احوال جس شرح و بسط، تفصیل و ترتیل اور کلیات و جزئیات
  موصوف نے بے کم و کاست بیان کیے ہیں۔ (ص: 56، یہاں لفظ 'ترتیل' محلِ نظر
- مبارزت طلب مجاہدانہ آواز اور ہر بڑا کر جگا دینے والے بلالی انداز سے قلب و جگر
  کرنے والا۔۔۔۔۔۔۔ (ص: 97، اب تک تو ہڑبڑا کر اٹھنا ہی پڑھتے سنتے آئے
- دیگر ادبی پروگراموں کے ساتھ ایک کُل ہند مشاعرہ بھی منعقد کروایا (ص: 112)
  کروایا' اہل علم کی زبان نہیں ہے۔
- مائک پر اچھے اچھوں کی گھگھی بند ہو رہی تھی (ص: 112) خلاف از محاورہ ہے۔
- اس کی فکر و نظر کے چراغ اس کے اشعار کی شکل میں برسوں حافظوں کو مہکاتے رہی
  (ص: 125، چراغ روشنی دیتے ہیں یا مہک؟)
- جدیدیت کی لایعنیت اور ابہام و اہمال کی ڈھول بھی اب تھم چکی ہے (ص: 180)

متذکرہ بالا معروضات کے علاوہ راہی صاحب نے بعض ایسے الفاظ استعمال کیے
کم از کم میرے علم کے مطابق اُردو قواعد کی رُو سے درست نہیں ہیں، مثلاً اضلاعی، معیا